

عالمی اسلامی کانفرنس

عراق میں نوروز

مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی

بنداد کی ”مؤثر علماء المسلمین“ کی روئداد کی اشاعت میں اندازے سے زیادہ تاخیر ہو گئی، ہوا یہ کہ مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی مسلسل دو ماہ سے ”نقرس“ کی تکلیف میں مبتلا ہیں، اسی حالت میں بعض طویل سفر بھی ہوئے اور ارادے کے باوجود روئداد قلم بند نہ ہو سکی۔ افسوس ہے مفتی صاحب کی علالت کی وجہ سے اب بھی اسلام اور کچپ سفر کی مختصر ہی کیفیت شائع کی جا رہی ہے، پھر بھی اس کو پڑھ کر قارئین کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ ————— ملایہ

بنداد کی عالمی اسلامی کانفرنس ”مؤثر علماء المسلمین“ میں شرکت کے لئے ۱۰ فروری کی صبح کو دہلی سے عراق ایردیز سے روانگی ہوئی، راستے میں ہم منٹ کے لیے بحرین ٹہرا اور اس طرح پچھلے دنوں کم میں یہ سفر طے ہو گیا، مہانوں کے خیر مقدم کے لیے ہوائی اڈے پر معقول انتظام تھا، اسی وقت ابوبکر کا وفد بھی پہونچا تھا اور کچھ دوسرے اصحاب بھی، عرب ممالک کے بہت سے وفد پہلے ہی پہونچے

چکے تھے، ”شارع سعدون“ بغداد کی اہم اور شہور سڑک ہے۔ مندوبین کی بڑی تعداد کے قیام کا انتظام اسی سڑک کے اول درجے کے ہوٹلوں میں تھا، ابو ذہبی، مین، بنگلہ دیش اور ہندوستانی مندوبین ”ہوٹل خیام“ میں ٹھہرائے گئے، اسی روز شب میں دیوانِ رُناستہ الاوقاف کے صدر شیخ نافع قاسم قیام گاہ پر تشریف لائے اور بڑے ہی خلوص اور تپاک سے معانقہ کیا۔ دیر تک گفتگو کرتے رہے، گزشتہ اگست میں دورہ سمرقند و ماسکو کے موقع پر موصوف سے ماسکو میں ملاقات ہوئی تھی اور اسی وقت معلوم ہو گیا تھا کہ ہندوستان سے جن علماء کو بلا یا گیا ہے ان میں میر انام بھی شامل ہے بلکہ شیخ قاسم صاحب نے اصرار کے ساتھ فرمایا تھا کہ تمہیں ”بغداد کانفرنس“ میں ضرور آنا ہے، ضابطے کا دعوت نامہ جلد پہنچے گا، اس طرح گویا حقیقی دعوت نامہ ماسکو ہی میں مل گیا تھا لیکن یہ اگست کی بات تھی اور اب اتنا وقفہ ہو گیا تھا کہ اجلاس کے التوا کا خیال ہونے لگا تھا۔ برادر عزیز مولانا سعید احمد صاحب نے متعدد مرتبہ دریافت بھی کیا کہ ”بغداد کانفرنس“ کے دعوت نامے کا کیا ہوا، میں نے کہا شاید اجتماع ملتوی ہو گیا ہے، بہر حال اواخر جنوری میں عراق کے سفارت خانہ کی معرفت دعوت نامہ پہنچ گیا اور حکومت ہند کی وزارت خارجہ کے دفتر سے بھی ضابطے کی اطلاع آگئی، عمر کے تقاضے اور اضمحال کی وجہ سے اب کسی طویل اور اہم سفر کی ہمت نہیں ہوتی، امام بخاری کے بارہ سو سالہ جشنِ ولادت کی تقریب میں مولانا سعید احمد صاحب رفیق سفر تھے اس لیے وہ طویل سفر سبک ہو گیا تھا، مولانا کی رفاقت میں یوں بھی بے فکری رہتی ہے کہ مقالات، مذاکرات اور مجالس کی ذمہ داریوں کو قابلیت سے انجام دیتے ہیں، عربی بھی زبانی سے بولتے ہیں اور انٹرویو بھی خوب دیتے ہیں، خیال تھا اس سفر میں محترم مولانا علی میاں صاحب کی رفاقت کا شرف حاصل رہے گا اور بہت سے کام مولانا کی برکت سے انجام پائیں گے مگر موصوف بہت پہلے سے مدینہ یونیورسٹی کی مجلس انتظامیہ میں شرکت کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے اور پھر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کی خدمت میں رہ گئے تھے، کوشش بھی کی گئی کہ مولانا مدینہ شریف سے براہ راست بغداد پہنچ جائیں لیکن ان کو کانفرنس کا

مئی ۱۹۷۵ء

۲۷۷

دعوت نامہ وہاں غالباً ۱۳ فروری کی شام کو ملا اور اسی تاریخ سے کانفرنس شروع ہو رہی تھی اس لئے ارادے کے باوجود مولانا تشریف نہ لاسکے، میرا خیال ہے کہ موصوف اس اہم تاریخی اجتماع میں شریک ہو جاتے تو ان کی تشریف آوری سے نہ صرف یہ کہ ہندوستانی وفد کے وقار میں اضافہ ہوتا بلکہ ان کی وہ آزر دگی، کبیدگی اور گھٹن بھی بڑی حد تک دور ہو جاتی جو سسٹم کے سفر عراق کے وقت پیش آئی تھی، یہی وجہ ہے کہ آزادانہ سیر و تفریح کے ہر مرحلہ میں مولانا خاص طور پر یاد آتے رہے، اجتماع کی تاریخیں پہلے ۱۰ سے ۲۲ فروری تک رکھی گئی تھیں، دوسری اطلاع میں یہ تاریخیں ۱۳ سے ۱۸ فروری تک کر دی گئیں۔

۱۰ فروری کی شام سے ۱۳ فروری تک کا وقت فارغ تھا، خیال ہوا کہ اس فرصت سے فائدہ اٹھایا جائے، کانفرنس کے دوران بندھے ہوئے پروگرام کے علاوہ کہیں آنا جانا دشوار ہو گا چنانچہ شدید سردی کے باوجود اپنے مقامی رفیق کے ساتھ سب سے پہلے ”جامعہ مستنصریہ“ کی ہلکی اور اچالی سیر کی، رات ہو گئی تھی اور وقت بھی کم تھا اس لئے اس عظیم الشان یونیورسٹی کی جو عراق کی جدید ترین لاجواب یونیورسٹی ہے، تفصیلی سیر نہ ہو سکی، یونیورسٹی کی ہر چیز لائق دید ہے، ہزار ہا طلبہ اور طالبات اس میں تعلیم پاتے ہیں، ہم نے مغرب کی نماز قدرے تاخیر سے یونیورسٹی کی لائبریری کے ایک حصے میں جماعت سے پڑھی اور لائبریری کے ذمہ داروں سے دیر تک باتیں کرتے رہے، جامعہ کے سالانہ میگزین کا آٹھ سو صفحات سے زیادہ کا ایک ضخیم نمبر بھی ہمیں تحفہً دیا گیا، اس کو پڑھ کر ”جامعہ“ کی خصہ ہیئتوں اور سرگرمیوں کی ضروری تفصیل معلوم ہو جاتی ہے، کڑا کے کی سردی میں یونیورسٹی سے واپس ہوئے تو قدرتی طور پر تھکن محسوس ہوئی اور جلد آرام کرنے کو جی چاہا، عشاء کی نماز کے بعد جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، مؤثر کی روح اور راستہ دیوان الادواق کے صدر اعلیٰ جناب نافع قاسم صاحب تشریف لے آئے، قاسم صاحب نہایت قابل، ذہین اور اعلیٰ درجے کے منتظم ہیں اور حکومت کے تمام ہی شعبوں میں ان کا غیر معمولی رسوخ ہے، رئیس مملکت کے معتمد خاص اور دستِ راست ہیں، ان سے باتیں کر کے تھکن میں تخفیف ہو گئی، نیند بھی

خوب آئی۔

بغداد صدیوں تک اسلامی تہذیب و ثقافت اور ادب و سیاست کے دل کی دھڑکن رہا ہے، اس نے ایک زمانے میں دنیا کے بڑے حصے پر حکمرانی کی ہے، دوسرے مؤرخین کی زبردست کوششوں کے علاوہ علامہ خطیب بغدادی نے متمدن دنیا کے اس لاجواب شہر کی تاریخ ۱۴ جلدوں میں لکھی ہے، خطیب کا سنہ وفات ۴۶۳ ھ ہے اس لیے ان کی کتاب میں اسی سنہ تک کے واقعات آئے ہیں، بعد کے واقعات تاریخ و ثقافت کی دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ خطیب کی تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس سرزمین نے علوم و فنون کے کیسے کیسے امام پیدا کیے اور علم و فن کے ان محققوں اور ماہروں نے کس دلولہ و شوق سے اس دارالسلام اور عروس البلاد کا رخ کیا اور پھر یہیں آباد ہو گئے، اس لیے یہ کہنا مبالغہ سے پاک ہو گا کہ دانشورو مذہبی رہنماؤں، ادیبوں، شاعروں اور اربابِ صدق و صفا کا اجتماع اتنی بڑی تعداد میں کسی بھی دوسرے اسلامی شہر میں نہیں ہوا۔

جہاں تک میرا تعلق ہے بغداد کے بازاروں اور سڑکوں پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی عباسی دور کے ادیبوں اور شاعروں کے ادبی اور شاعرانہ کمالات کا نقشہ آنکھوں میں گھوم گیا، ابونواس تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ ساتھ ہی ساتھ چل رہا ہے، معلوم نہیں کیوں مجھے اس موقع پر الآغانی اور الف لیلا وغیرہ کے بجائے ”نغمۃ الیمین“ کی حکایتیں زیادہ یاد آئیں، شارع ابی نواس سے جب بھی گزر ہوتا دجلہ کی موجوں کو دیکھ کر عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے دربار کے سب سے بڑے بزلہ سنج شاعر ابونواس کی تصویر سامنے آجاتی، رفاشی، مقعب اور ابونواس کی طبع آزمائیاں لوحِ حافظے میں ابھر آتیں اور ۶۰ سال پہلے کی پڑھی ہوئی کتاب کے اوراق مصور ہو کر سامنے آجاتے۔ یہ تو میری بات تھی، مولانا سعید احمد ساتھ ہوتے تو رنگین اشعار کے دفتر کے دفتر دریائے دجلہ کی چٹنی ہوئی لہروں کی تذکرہ دیتے۔

الر فروری کی دوپہر کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حاضری دی، یہ مسجد نہایت

وسیع، سادہ اور شاندار ہے، پہلے امام والا مقام کے مرقد مبارک پر حاضر ہوئے اور وقت کا ایک حصہ اس پرسکون، باوقار اور خاموش نورانی فضا میں گزارا، یہاں آکر طبیعت کا رنگ کچھ اور ہی ہو گیا، امام عالی مرتبت کے مسلک کی وسعت اور گہرائی دماغ پر چھا گئی، حضرت الاستاذ علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کی تحقیقات عالیہ اور مولانا شبلی کی سیرۃ النعمان کی بہت سی باتیں یاد آ گئیں، افسوس ہے مراقبہ کے فن سے آشنا نہیں ہوں ورنہ یہاں مراقبہ ہونے کو دل چاہتا تھا، کوئی پختہ کار مراقبہ ساتھ ہوتا تو اس کے ہمراہ میں بھی مراقبہ کرتا اور مراقبے کی دنیا کی روحانی سیر سے لطف اندوز ہوتا، بعض محدثین کرام اور فقہائے عظام نے امام اعظم کے کچھ مسائل پر جس طرح کی بے رحمانہ یورشیں کی ہیں اس فضا میں بار بار ان کا خیال آیا اور مسلک امام کی طرف سے مدافعت کرنے کو جی چاہا۔ لیکن ان باتوں کا تعلق وقتی جذبات اور اس خاص ماحول سے تھا، خیال تھا کہ قیام بغداد کے دنوں میں یہاں بار بار حاضری ہوگی، لیکن دوبارہ وقوع نہیں ملا، ادھر ظہر کی نماز کا وقت قریب تھا، جلد ہی مسجد آ گئے، حنفی امام کی اقتدا میں نماز ادا کی اور قیام گاہ پر واپس آ گئے، کھانا کھایا اور تھوڑی دیر آرام کیا، پروگرام کے مطابق مزب سے قبل حضرت شیخ عبدالقادر جیلی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضری دی، یہ بغداد کا نہایت مشہور، مقبول اور بابرکت مقام ہے، آنے والوں کا یہاں ہر وقت تاننا بندھا رہتا ہے، مسجد، مزار، مقبرے کا عالی شان گنبد، مسافر خانہ اور کتب خانہ تمام ہی عمارتیں شاندار اور جاذب ہیں، ان دنوں بڑے پیانے پر مسجد کے مرکزی حصے کی مرمت اور صفائی ہو رہی تھی۔ اے لیے برابر کے حصے میں نماز ہوتی ہے، ہم نے اسی حصے میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، ملاز کے بعد مزار پر حاضر ہوئے، یہاں عام طور پر زائرین کا وہی رنگ ہے جو اتھیر، کیر اور دہلی کے زائرین کا ہے، جس وقت ہم فاتحہ پڑھ رہے تھے، ایک فوجی کو دیکھا کہ مزار کے پانچویں قدمہ کر کے ٹوٹ رہا ہے اور ٹوٹ ٹوٹ کر دعائیں مانگ رہا ہے، فاتحہ سے فارغ ہو کر سافانہ دیکھا، یہ بہت اچھا کتب خانہ ہے جس میں حدیث، تفسیر، فقہ، تاریخ، ادب اور

تسوف ہر طرح کی قدیم و جدید کتابیں موجود ہیں، وقت کی قلت کی وجہ سے کتب خانہ میں زیادہ نہیں ٹہر سکے۔ یہ بھی خیال تھا کہ دوبارہ آنا ہو ہی گا مگر نہ ہو سکا۔ شائع امام اعظم، شارع جمہور، شارع عبدالرشید، شارع ابی نواس اور دجلہ کے سبزہ زاروں اور پارکوں کی سیر کرتے ہوئے ہوٹلوں واپس آگئے، معمول کے مطابق کھانا کھایا، عشاء پڑھی اور سو گئے، رہ رہ کر یہ خلش ہوئی تھی کہ پیرانِ پیر قدس سرہ کی ہنگامہ خیز اور تقدس و تقویٰ میں رچی ہوئی موحدانہ مجلسوں اور مرقد مبارک پر ہونے والے ان اعمال میں کیا نسبت ہے اور ان حرکتوں کو دیکھ کر شیخ کی روح پاک پر کیا گندتی ہوگی۔ بہر حال ہر ایک کو اپنا مسلک محبوب ہے اور تاویلوں کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ ۱۲ فروری کی سہ پہر کو مشہور صوفیائے کرام حضرت سری متعلی، حضرت جنید بغدادی اور بیلول دانا وغیرہ کے مزارات پر حاضر ہوئے، اکابر صوفیہ کے یہ مزارات عام قبرستان میں ہیں، قبرستان کے اسی حصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی، پیغمبر یوشع علیہ السلام کا مزار بھی بتایا جاتا ہے، یہ مزار ایک عظیمہ کمرے میں ہے، وہاں بھی حاضر ہوئے اور گروناک جی کے اس حجرے کو بھی دیکھا جس کے متعلق مشہور ہے کہ گرو جی نے اس حجرے میں قیام کیا تھا، ایک چھوٹے سے سادہ کمرے میں تخت پر صاف ستھری چادر بھی ہوئی تھی اور اس پر پھول بکھرے ہوئے تھے، سفر نامہ لکھنے کا وقت ہوتا تو اکابر صوفیاء کے ایمان افزو سوانح حیات کی ہلکی سی جھلک بھی پیش کی جاتی مگر میرے لئے لکھنے کا مسئلہ ہمیشہ ہی دشوار ہوتا ہے اور اب تو زندگی کا نقشہ ہی کچھ اور ہو گیا ہے، برادرم جمیل مہدی صاحب یا ان کے ڈھنگ کا کوئی قابل ساتھی دستیاب ہو جاتا تو میں بولتا جاتا اور وہ صاحب لکھتے جاتے، یہ حقیقت ہے کہ ان مزارات پر حاضری کے وقت قلب پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور ان پاک بابرہستیوں کے روحانی اور اصلاحی کارناموں کا نقشہ سامنے آگیا، حاضری تو درکار ہے میں چند ہی مزاروں پر ہو سکی لیکن ابن نعیم اصغہانی کی کتاب ”حلیۃ الاولیاء“ اور علامہ ابن جزی کی ”مسنۃ الصفوہ“ وغیرہ زیر نظر تھیں جن میں اس سرزمین کے سیکڑوں اولیاء اللہ کا تذکرہ موجود

ہے اور اب ان قبول کا نشان بھی نہیں ملتا، پروگرام کے مطابق ۱۳ فروری کی صبح کو ۱۰ بجے موٹر کے تمام مدعوئین کو قعر جمہوریت پہنچ کر کُرجل النثر لیاات“ میں اپنے نام درج کرانے تھے، یہ وہ رجسٹر ہوتا ہے جس پر باہر سے آنے والے معزز مہمان دستخط کرتے ہیں اور رجسٹر صدر جمہوریہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، یہ ایک اخلاقی رسم ہے جو ممتاز مہمانوں کو ادا کرنی ہوتی ہے، قعر جمہوری میں قدم رکھتے ہی ماضی کی بہت سی دل خراش اور عبرت خیز یادیں تازہ ہونے لگیں اور تِلْكَ الْآيَاتُ نَذْرٌ لِّهَا بَيْنَ النَّاسِ کی تفسیر اپنی تمام عبرت انگیزیوں کے ساتھ آنکھوں میں پھر گئی، تضرعی صفائی، ستھرائی، وسعت اور ظاہری رونق خوب تھی، پچاسوں موٹریں، سیکڑوں مشاہیر وقت کو وسیع و عریض محل کے صحن میں پہنچا رہی تھیں اور علمائے کرام رجسٹر پر دستخط کر کے واپس ہو رہے تھے، مجھے خیال آیا کیا صدر جمہوریہ ۳۳ ملکوں کے ان نامزدوں سے ملاقات نہیں کریں گے، لیکن کانفرنس کے آخری دن رئیس جمہوریہ جناب احمد حسن بکری سے بہت اچھے ماحول میں قعر کے بڑے ہال میں خوشگوار ملاقات ہوئی، تھوڑی تفصیل آگے آئے گی، شام کو ٹھیک ۶ بجے اجلاس کی باضابطہ کارروائی شروع ہوئی، اجتماع کا انتظام علاقہ اعظمیہ کے قاعة النعنان میں کیا گیا تھا، ۳۳ ممالک کے کم و بیش ۱۵۰ نمایندگان میں شریک تھے، نمایندگان کے علاوہ مدعوئین خصوصی کی بھی خاصی تعداد موجود تھی، وسیع اور شاندار ہال بھرا ہوا تھا عجیب طرح کی دلکشی تھی، اجلاس کا افتتاح بغداد کے ایک مشہور خوش لہجہ قاری صاحب کی تلاوت سے ہوا۔ قاری صاحب نے سورہ اسرا کی آیات ”وَقَضَيْنَا إِلَىٰ آلِ بَنِي إِسْرَآئِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَّوَدِّينَ وَلَنَلْعَنَنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا (لَا تَأْتِنَا لَهُمْ عَذَابُ الْيَمِّنَا“ سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے لہجے میں پڑھیں تو سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آیات پاک کا سادہ ترجمہ آپ بھی سنتے جائیں، تفسیر و تشریح کا یہ موقع نہیں۔

ہم نے کتاب میں یعنی تورات میں بنی اسرائیل کو اس فیصلے کی خبر دے دی تھی کہ

تم ضرور ملک میں دو مرتبہ خرابی اور فساد پھیلاؤ گے، اور بڑی ہی سخت سرکشی کرو گے پھر جب اُن دو قوتوں میں سے پہلا وقت آگیا تو اے بنی اسرائیل ہم نے تم پر ایسے بندے بھیج دیے جو بڑے ہی خوفناک تھے، وہ تمہاری آبا دلیوں کے اندر پھیل گئے اور اللہ کا وعدہ تو اس لئے تھا کہ پورا ہو کر رہے۔

پھر دیکھو ہم نے زمانے کی گردش تمہارے دشمنوں کے خلاف اور تمہارے موافق کر دی اور مال و دولت اور اولاد کی کثرت سے تمہاری مدد کی اور تمہیں پھر ایسا بنا دیا کہ بڑے جتنے والے ہو گئے، یاد رکھو، اگر تم نے بھلائی کے کام کئے تو اپنے ہی لیے کئے اور برائیاں بھی کیں تو اپنے ہی لیے کیں،۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے اپنے دوسرے بندوں کو بھیج دیا تاکہ تمہارے چہروں پر رسوائی پھیر دیں اور اسی طرح مسجدیں داخل ہو جائیں جس طرح پہلی مرتبہ حملہ آور گھسے تھے اور جو کچھ پائیں توڑ پھوڑ کر برباد کر ڈالیں،۔ کچھ عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم فرمائے (اگر اب بھی باز آجائو) لیکن اگر تم پھر سرکشی و فساد کی طرف لوٹے تو ہماری طرف سے بھی پاداشِ عمل لوٹ آئے گی اور ہم نے منکرینِ حق کے لیے جہنم کا قید خانہ تیار کر رکھا ہے،

بے شبہ قرآن اس راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا راستہ ہے اور ایمان والوں کو جو نیک عمل میں سرگرم رہتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ انہیں بہت بڑا اجر ملنے والا ہے اور اس بات کا بھی اعلان کرتا ہے کہ جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تلاوتِ قرآن پاک کے بعد بجنۃ التحفیرہ (تیاری کیلٹی) کی طرف سے ڈاکٹر محمد الکبیری نے ابتدائی تقریر کی جس میں نو ترکی ضرورت اور مقاصد پر روشنی ڈالی گئی تھی، اس کے بعد رئیس جمہوریہ جناب احمد حسن بکرو کا پیغام ڈاکٹر احمد عبدالستار جواری نے پڑھ کر سنایا۔ پیغام میں اس اہم اجتماع کا خیر مقدم کیا گیا تھا اور مسئلہ فلسطین کی اہمیت واضح کی گئی تھی، پیغام خاصا جاندار تھا اور اس سے اندازہ

ہوتا تھا کہ صدر جمہوریہ کے ذہن میں عرب، اسرائیل جنگ اور مسئلہ فلسطین کی سیاسی اہمیت ہی نہیں بلکہ اس کی مذہبی عظمت کو بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

اب رٹناستہ دیوان الاوقاف کے رئیس اور کانفرنس کے روحِ رواں نافع قاسم کھڑے ہوئے اور انھوں نے مؤثر کی کارروائیوں کو مضابطہ، قاعدے میں لانے کے لئے صدر، دونائین صدر اور جنرل سکریٹری کے نام برائے انتخاب پیش کیے، جو متفقہ طور پر منظور کئے گئے

(۱) صدر مولانا شیخ عبداللہ غوشہ قاضی القضاۃ مملکت ہاشمیہ اردن

(۲) نائب صدر اول مفتی عتیق الرحمن عثمانی سندوستان

(۳) نائب صدر دوم مولانا شیخ ہادی فیاض نجف اشرف

(۴) جنرل سکریٹری مولانا شیخ عبداللہ الشخسی بغداد

انتخاب الترغیب والترہیب

مؤلفہ: حافظ محدث ذکی الدین المنذری — ترجمہ مولوی عبداللہ صاحب دہلوی
اعمال خیر پر اجر و ثواب اور بد عملیوں پر زجر و عتاب پر مستند و کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اس موضوع پر المنذری کی اس کتاب سے بہتر اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کے متعدد تراجم وقتاً فوقتاً ہوئے مگر نامکمل ہی شائع ہوئے۔ کتاب کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر اس کی ضرورت تھی کہ اس میں مکورات اور سندوں کے اعتبار سے کمزور حدیثوں کو نکال کر اصل متن تشریحی ترجمہ کے ساتھ ملا کر طبع کرایا جائے۔
ندوة المصنفین دہلی نے نئے عنوانوں اور نئی ترتیب کے ساتھ اس کو شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے پہلی جلد آپ کے سامنے ہے۔

صفحات ۴۵۰ قیمت ۱۵/- مجلد ۱۸/-

ندوة المصنفین، اردو بانارس، جامع مسجد دہلی